

# اسلام پر کیا گزری؟

.....چودھری رحمت علی

مسلمانان عالم ہیرو سے زیر بن گئے۔ آئیں جائزہ لیں آخر کیوں؟

## بے پایاں عنایات

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو عنایات عطا کر رکھی ہیں زیر آسمان کسی دوسری قوم کو عطا نہیں کیں۔ مثلاً:

1- دنیائے اسلام کا محل وقوع ایسا کہ کرہ ارض کے عین وسط میں۔ دورِ حاضر کے بڑے بڑے ممالک واقع ہیں تو دنیا کے کناروں یعنی قطبین پر۔ روس، امریکہ، چین، آسٹریلیا وغیرہ نہایت ناموزوں محل وقوع میں واقع ہیں۔ نہر سوئز جیسی دنیا کی آٹھ بڑی آبی گزرگاہیں بھی اسلامی دنیا میں واقع ہیں۔ دنیا کی بڑی بحری فضائی شاہراہیں اسلامی دنیا سے ہو کر گزرتی ہیں۔ آب و ہوا دنیائے اسلام کی ایسی کہ ہر لمحہ کہیں نہ کہیں سورج اسلامی دنیا میں چمکتا ہے۔ بالفاظِ دیگر ہر موسم کی اجناس، سبزیاں، پھل وغیرہ اسلامی دنیا کے کسی نہ کسی خطے میں پرورش پارتی ہوتی ہیں۔ دنیائے اسلام ان فصلات و ثمرات کے حساب سے خود کفیل ہے۔ سندھ طاس اور دریائے نیل جیسے عظیم ذرائع آبپاشی مسلمانوں کے پاس ہیں۔ کرہ ارض کی ہموار اور زرخیز زمینیں زیادہ تر مسلمانوں کے پاس ہیں۔

2- دنیا بھر کے 60 فیصد سے زیادہ معدنیات کے ذخائر مسلمانوں کے پاس ہیں۔ کسی بھی دور کا موثر ترین ہتھیار یعنی معدنی تیل تو ٹھانٹیں مارتا ہوا زیادہ تر مسلمان سرزمینوں میں ہے۔ پٹن اور کپاس جیسے قیمتی ریشموں کی بہتات بھی مسلمان خطوں میں ہے۔

3- افرادی قوت اتنی کہ دنیا کی آبادی میں ہر چوتھا فرد مسلمان ہے۔ سرمایہ وزری اس قدر فراوانی کہ دنیا بھر کے بیشتر کارخانے، فیکٹریاں، بنک اس سرمائے کے بل پر معرض وجود میں آئے جو مسلمان اوپیک ممالک نے ان کے ہاں بینکوں میں جمع کروائے۔ اغیار نے اسی سرمائے کا کچھ حصہ اپنی صنعت بالخصوص عسکری ہتھیار تیار کرنے میں لگایا اور پھر زیادہ تر مسلم ممالک کو ہی بیچتا کہ وہ خود ایسا اسلحہ تیار کرنے کا کبھی نہ سوچیں۔ دوسرا بڑا حصہ اسی سرمائے کا پاکستان جیسے بھکاری ملکوں کو ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف وغیرہ جیسے اداروں کے ذریعہ بطور قرض دیا تاکہ وہ انہی ممالک کے گن گائیں کہ جن کا دیا کھائیں۔ مغربی سامراجی ممالک نے مقروض ممالک سے سود لیا تو وہی سود اوپیک ممالک کو اپنے ہاں رکھے گئے سرمائے کے طور ادا کیا۔ دو بلیوں اور بندر کی مثال ایسے ہی مواقع پر بولی جاتی ہے۔

4- مسلمانوں کو بے پایاں قدرتی اور مادی وسائل کے ساتھ ایک اور بڑی..... بہت ہی بڑی نعمت عطا کی تو یہ کہ قرآن و سنت کا بے مثل سرمایہ ان ہی کے پاس ہے۔ پھر مسلمانوں کو ہی ”عصیر امت“ کا عظیم لقب دے کر انہیں دنیا والوں کی اصلاح و رہنمائی کا عظیم رتبہ و مقام عطا فرمایا۔ لیکن.....

## پستی و مغلوبیت

ان بے پایاں عنایات و نوازشات کے حامل ہونے کے باوجود مسلمان ہیں آج کی دنیا میں تو نہ صرف زوال پذیر بلکہ ذلت و مسکنت کا شکار۔ اقوام عالم میں آج مسلمانوں کی وہی حیثیت ہے جیسے ہندوؤں کی ایک چلی ذات یعنی شودروں کی۔ بھلا کیسے؟

1- اغیار کی معرض وجود میں لائی ہوئی عالمی پٹنائیت..... یو این او کے ذیلی ادارے سلامتی کونسل میں کچھ مستقل ممبران ہیں تو کچھ وقتی و عارضی۔ مستقل ممبران ویٹو پاور کے بھی حامل ہیں۔ یو این او میں تقریباً ایک تہائی تعداد مسلمان ممالک کی ہے لیکن اتنی بڑی نمائندگی کے باوجود چراغ لیکر ڈھونڈیں سلامتی کونسل کے مستقل ممبران میں کوئی ایک بھی مسلمان ملک نہیں۔ نتیجہ اس کا یہ ہے کہ تمام مسلمان ممالک اگر کوئی متفقہ قرارداد بھی پاس کر لیں تو ”ویٹو“ اپنی ایک جنبش سے ایسی قرارداد کی دھجیاں بکھیر دیتا ہے۔ پستی اور کیا ہوتی ہے، مغلوبیت اور کس کا نام ہے؟

2- دنیا کی ڈرائیونگ سیٹ پر کفر براجمان ہے۔ مسلمان بھی اسی کشتی کے کسی کونے میں موجود ہیں لیکن سب سے ہونے ڈانٹے ہوئے دم بخود۔ ڈرائیور خود کو بھی اور دبائے گئے مسلمانوں کو بھی اندھیروں، کھائیوں اور پگڈنڈیوں میں بسرعت لے جا رہا ہے۔ ایسے میں مسلمان ہیں کہ بے بس و بے زباں۔ ذلت و مسکنت اور کس بلا کا نام ہے؟

3- دنیا بھر میں جہاں جہاں بھی خون کی ندیاں بہائی جا رہی ہیں اکثر و بیشتر مسلمان سرزمینیں ہیں۔ ارزانی ہے دنیا میں تو خونِ مسلم کی اور ویرانی ہے تو عصمتِ مسلمان کی۔

## ایک اہم سوال

پچھلی کئی صدیوں پر بغور نظر دوڑائیں! بات بڑی واضح کہ ایک طرف علماء کرام، خطباء، عظام، دینی مدرسوں، دارالعلوم، اسلامی کتب اور کتب خانوں، اسلامی تحریکوں اور ان کی جانفشانیوں کا گراف اوپر کو گیا ہے تو دوسری طرف مسلمانوں کی ذلت و رسوائی اور پستی و زوال کا گراف بھی بدستور اوپر کو گیا ہے بلکہ اوپر سے اوپر جا رہا ہے۔ آخر یہ تضاد کیوں کہ ”مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی“؟ یقیناً مرض کی تشخیص میں کوئی زبردست خامی ہے کہ علاج تو ضرور ہو رہا ہے لیکن اصل مرض کی تشخیص کیے بغیر۔ اس مختصر تحریر میں صدیوں بعد پہلی دفعہ نہ صرف اس اصل مرض کی تشخیص کی گئی ہے بلکہ اس کا تیرہ ہدف اور مجرب علاج بھی پیش کیا گیا ہے۔

## کارواں لٹا تو کیسے؟

11 تا 40 ہجری پر پھیلا تقریباً 30 سالہ زیر آسمان رواں دواں رہنے والا زمانہ وہ سنہری اور انوکھا دور ہے کہ جس جیسا دور چشمِ فلک نے نہ اس سے پہلے دیکھا اور نہ بعد میں۔ ترس گئے کون و مکاں، مجرور، شمس و قمر لیل و نہار ویسے دور کے انتظار میں۔

اس بے مثل اور انوکھے دور میں صرف مسلمانوں کی فلاح و بہبود کو ہی مد نظر نہ رکھا گیا، غیر مسلموں کی فلاح و بہبود کو ہی مد نظر نہ رکھا گیا، چرندوں، چرندوں اور چوپایوں تک کی سہولتوں کو بھی مد نظر رکھا گیا۔ یہی وہ دور ہے کہ جب عدل تھا تو اس پائے کا کہ خلیفہ وقت یعنی مراکش و چین کی سرحدوں تک پھیلی ہوئی سلطنت کے سربراہ کو بوقتِ ضرورت عدالت کے کٹہرے میں کھڑا دیکھا گیا۔ امن تھا تو اس قدر کہ جس ملک میں صرف قافلوں کی شکل میں سفر کیا جاتا تھا، وقت آیا کہ زیورات سے لدی پھندی عورت کو ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک اکیلی سفر کرتے ہوئے دیکھا گیا اس حالت میں کہ اسے اللہ کے خوف کے علاوہ کوئی دوسرا خوف لاحق نہ ہوتا۔ خوشحالی تھی تو اتنی کہ اہل ثروت حضرات صدقات اٹھائے نکلتے تھے تو انہیں کوئی ضرورت مند مشکل سے ملتا۔ اتحاد تھا تو اتنا کہ پوری دنیائے اسلام کے ذرائع و وسائل اس ایک خلیفہ کے ہاتھ میں مرکوز تھے جس کی اطاعت بھی سبھی سماعت کی حامل تھی۔ دنیا میں غلبہ تھا تو قرآن و سنت کی تعلیمات و احکامات یعنی دینِ حق کا۔

عین اس وقت جب وہ دور یعنی دورِ خلافتِ راشدہ بڑی آن و شان سے رواں دواں تھا اس مبارک دور کو منقطع کرتے ہوئے ملوک آدھمکے۔ یہ ہمالہ قد تہدیلی تھی۔ یہ المناک سانحہ برپا کرنے والے ملوک غیر مسلم نہ تھے۔ کسی سامراجی و ابلیسی قوت سے ان کا تعلق نہ تھا۔ یہ مسلمان تھے۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔ آج ہمارے ہاں شور شرابہ ہے کہ فلاں طاغوتی طاقت ہم پے حملہ آور ہے۔ فلاں فلاں دشمن ہمیں لوٹ رہا ہے۔ لوٹنے والے اس وقت اختیار نہ تھے، کلمہ گو تھے۔ البتہ ان گم گشتہ مسلمانوں کے کئے کا آج کے مسلمان بھگت رہے ہیں۔ قصرِ اسلام کو سمار کرنے والوں نے اختیار کو موقع فراہم کیا تو اب بقول اقبال صورتِ حال کچھ اس طرح ہے:

نشانِ برگِ گل تک بھی نہ چھوڑا اس باغ میں گلچیں  
تری قسمت کو رزم آرائیاں ہیں باغبانوں میں

ملوکیت کی طرح ڈالنے والے تھے تو مسلمان لیکن غیر تربیت یافتہ تھے غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کا شکار۔ ہوا یہ کہ اسلام کی برکت و ثمرات اور فوائد و فیوض کی دل آویز اور سکوں پرور گونج جب گم گشتہ تہذیبوں اور دیے ہوئے انسانوں تک پہنچی تو دنیا کے کونے کونے میں دینِ حق کی کشش پیدا ہوئی۔ عساکرِ اسلام بعض علاقوں تک پہنچے بھی نہ تھے لیکن وہاں کے عوام اٹا اٹا کر دائرہ اسلام میں آنے لگے۔ بنا بریں حضرت عمرؓ یعنی خلیفہ دوم کے دور ہی میں اسلام کی بساط کوئی 22 لاکھ مربع میل کے رقبے پر بچھ گئی۔ یہ لوگ بادشاہوں، راجوں، مہاراجوں کی تربیت میں پلے تھے۔ بہت سے لوگ تو دیکھا دیکھی حلقہٴ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ عین مرکز اسلام میں بھی ایسے لوگ تھے جو اس لیے مسلمان ہو گئے کہ یہ عارضی لہر ہے آج نہیں تو کل تختہ پلٹ جائے گا۔ مختصر بلکہ نہایت مختصر عرصے میں ان کی مطلوبہ تربیت نہ ہو پائی۔ اس دور میں وہ ذرائع ابلاغ اور ذرائع آمد و رفت بھی میسر نہ تھے جو آج کی دنیا میں موجود ہیں۔ ایسے میں بالخصوص دور دراز علاقوں میں انہوں نے بد اعتمادیوں، بدگمانیوں کا پیدا ہو جانا لازمی امر تھا۔ ملوک انہی لوگوں میں سے تھے۔ تین خلفائے راشد کو تو انہوں نے شہید کیا۔ بالآخر دورِ خلافت کو دورِ ملوک میں بدلا۔

یہ ملوک تھے لیکن چونکہ عنانِ اقتدار ان کے ہاتھ میں تھی، خود کو خلیفہ کہلاتے تھے۔ اصل میں وہ غاصب تھے اس لیے کہ انہوں نے اس خلیفہ المسلمین کے حق کو غصب کر رکھا تھا

جسے ہی قرآن و سنت کی رو سے حق حکمرانی حاصل ہوتا ہے۔ دورِ ملوکیت میں تاریخ چونکہ ان کے ہاتھوں بنی۔ وہی تاریخ ہمارے ہاں مروج ہے جس میں انہیں آج تک خلفاء لکھا اور بولا جاتا ہے۔ یہ تو خلافت کے اس قدر مخالف تھے کہ ایک وقت پر جب عمر بن عبدالعزیز نے دورِ خلافت کی طرف مراجعت کی تو ان کو زہر دے دیا گیا۔ ان کی مسخ شدہ تاریخ کے مطابق سقوطِ خلافت کو 1924ء میں اتاترک کے ہاتھوں قرار دیا جاتا ہے۔ لاریب، خلافت کے دورِ مبارک کا اختتام تو اسی وقت ہو گیا تھا جب اسے بے دردی سے منقطع کر کے ملوکیت کی داغ بیل ڈالی گئی۔ بعد میں تو حرم بھی بسے۔ خواجہ سراؤں، کینروں وغیرہ کی چاندی ہو گئی۔ 1924ء میں سقوطِ ضرور ہوا لیکن خلافت کا نہیں ٹوٹی پھوٹی مرکزیت کا جو سسکتی ڈوبتی، مرنے کی اس وقت تک موجود تھی۔

اس پہلو کا ذکر بھی ضروری ہے کہ بعض ملوک کے ادوار میں فتوحات بھی ہوئیں، خوشحالی کے ادوار بھی آئے لیکن یہ ملوک کی مجبوری تھی۔ ترقیاتی کاموں کا ڈھنڈورا پیٹنے اور لوگوں کو ایسے کاموں سے متاثر کرنے سے ہی تو وہ اپنے اپنے اقتدار کو قائم رکھ سکے ورنہ تو مقتدر رہنے کے جواز ہی سے محروم قرار پاتے۔ حالیہ سالوں میں ایک ایسی ہی مثال سامنے آئی، وہ ڈکٹیٹر جو سالہا سال ملک عزیز پاکستان پر قابض رہا، بڑے گن گاتا تھا ذرائع ابلاغ پر ترقیاتی کاموں کے۔ پرائیکٹس، میگا پرائیکٹس کے بڑے اس نے نام یاد کر رکھے تھے لیکن ان ترقیاتی کاموں کی ہی آڑ میں وہ دینی اقتدار پر بے دھڑک کلباڑے چلاتا رہا۔ کہتا تھا اسلامی سزائیں نافذ کر کے میں نے لوگوں کو ٹنڈا بنانا ہے۔ خواتین کے ساتھ ناچتا اور پتنگیں اڑاتا تھا۔ پردے کو من مرضی کا کھیل قرار دیتا تھا۔ نیکریں پہننے کی تلقین کرتا تھا، مدارس کو تنقید کا ہدف اور دہشت گردی کی نرسریاں قرار دیتا تھا۔ اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کی خاطر لال مسجد جیسی عظیم درسگاہ پر چڑھ دوڑا۔ غرضیکہ اس ملک میں ترقیاتی کاموں کی آڑ میں اسلام کا قلع قمع کرنے کیلئے اس سے جو بن آیا، بگاڑ دیا گیا۔

یہی دھندا کیا دورِ ملوکیت کے ملوک نے خواہ ان کا تعلق بنی امیہ سے تھا، بنو عباس یا آل عثمان سے۔ ان کا یہی ایک بڑا جرم کہ انہوں نے خاندانی اور موروثی سلطنتیں قائم کیں۔ کیا انہیں پتہ نہیں تھا کہ قرآن و سنت ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ ہارون الرشید بنو عباس کا ایک مشہور ملک ہوا ہے۔ اس نے مرتے وقت اسلامی دنیا کے دو ٹکڑے کر کے اپنے دو بیٹوں امین الرشید اور مامون الرشید میں یوں تقسیم کر دی جیسے اسلامی دنیا اس کی ذاتی ملکیت ہو۔ ہارون کی وفات کے بعد مامون نے خراسان کے شہر مرو کو اور امین نے بغداد کو اپنا دار الحکومت بنائے رکھا۔ عام کہا جاتا ہے کہ ایک میان میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں۔ یہی ہوا، ان دو بھائیوں کے مابین خون ریز جنگیں ہوئیں۔ سالہا سال تک عراق اور اس کے ساتھ ملے ہوئے صوبوں میں بدامنی کا دور دورہ رہا۔ بالآخر مامون کے لشکروں نے امین کی افواج کو شکست دی۔ حیرت کی ہی نہیں، غضب کی بات یہ کہ بھائی کا قاتل پھر خلیفہ۔ یہ اسی قاتل خلیفہ کا دور تھا کہ بغداد کا نپ اٹھا۔ علماء کے سامنے صرف دو ہی راہیں تھیں یا خلقِ قرآن کا اقرار کریں جس کا اقرار خلافِ شریعت تھا یا جلاد کی تلوار کا سامنا کریں اور قید خانہ کی زنجیروں سے ہم آغوش ہوں۔ بہتوں نے بغداد سے ہجرت کی۔ کچھ نے گھر سے نکلنا بند کر دیا۔ بہتوں کی عزت گزرتی یہاں تک بڑھی کہ جمعہ کی جماعت میں شرکت ترک کر دی۔ پوچھے کوئی سقوطِ خلافت کو 1924ء میں قرار دینے والوں سے کس قدر بھول ہے ان کو۔ منصبِ خلیفہ تو وہ کہ مشروط سہی اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ خلیفہ المسلمین کی اطاعت لازمی۔ کسی نے پلٹ کر نہ دیکھا کہ خلافت کا قلع قمع کر کے برسرِ اقتدار آنے والے کیا اس لئے خلیفہ قرار پائے کہ وہ مقتدر تھے۔ یہ ظلم و ستم تو بار بار انسانی تاریخ میں ہوتا رہا ہے۔ بقول شاعر:

ہر عہد میں ہوتی رہی طاقت کی پرستش  
ہر دور یزیدوں کا طرفدار ہے

اصل بات کو سمجھنے کیلئے مذکورہ پس منظر سے آگاہی ضروری تھی، اب ہم آتے ہیں اصل موضوع کی طرف کہ ان ملوک کے ہاتھوں اسلام پر کیا گزری؟ بڑی تبدیلی تو اس بنیادی تبدیلی میں آئی کہ ”پہلے بیعت کے ذریعہ سے حکومت بنتی تھی پھر حکومت کے ذریعہ بیعت ہونے لگی۔“ باپ کے بعد بیٹا، بیٹے کے بعد پوتا، بھائی یا چچا زاد وغیرہ۔ ملوک مسندِ اقتدار سنبھال لیتے خواہ ان کی کوئی بیعت کرتا یا نہ کرتا۔ تبدیلی کم تو تھی، ایک وقت تک اس روش کی بھرپور مزاحمت ہوئی۔ مزاحمت کی ابتدا تو خانوادہٴ رسول ﷺ ہی سے ہوئی۔ سانحہ کربلا اسی سلسلے کی کڑی تھا۔ آئمہ و فقہاء پر کوڑے برسائے گئے، جیلوں میں ڈالا گیا۔ پھانسیاں دی گئیں لیکن کب تک؟ اقتدار پھر اقتدار ہوتا ہے بالآخر حاوی آ گیا۔ میدان خالی پایا تو ملوک نے جیسے کہ اوپر ذکر ہوا، دینِ حق کو دینِ ملوک میں بدلا۔ کیسے بدلا؟ قرآن مجید میں تو یہ کوئی تبدیلی نہیں لاسکتے تھے انہوں نے دین (نظام) کو بدلا۔ یہود و نصاریٰ نے اپنے دین کو بدلا تو ساتھ ہی اپنی کتابوں کو بدل لیا۔ اللہ کا شکر ہے ہمارے ہاں قرآن کریم من و عن اسی طرح موجود ہے جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ امت کے سپرد کر کے گئے تھے۔ اس سے ہمیں فائدہ یہ ہوا کہ ہم آج کے مسلمان بڑے وثوق سے جان سکتے ہیں کہ دینِ حق کو دینِ ملوک میں ڈھالنے کیلئے کون کون سی تبدیلیاں کی گئیں۔ تبدیلیاں تو ان گنت کی گئیں لیکن یہاں پر ہم صرف ان چار اداروں کا ذکر کرتے ہیں جن کی دینِ حق میں وہی اہمیت و حیثیت جیسے انسانی جسم میں چار اعضائے ربیہ یعنی دماغ، دل، معدہ اور جگر کی۔ جسم میں ان چار اعضائے ربیہ میں سے کسی ایک میں کچھ نقص پڑ جائے تو آدمی بیمار ہو جاتا ہے اور ان میں سے اگر کوئی ایک بھی جواب دے جائے تو یہی موت ہے۔ دینِ حق سے نکالے گئے چار اجزائے ربیہ یعنی قرآنی ادارے ہیں۔ 1-

خليفة المسلمين (بقره: 30 اور 38-39) (نور: 55) (مدثر: 1-3) وغيره۔ 2- اولی الامر (نساء: 59)۔ 3- شوری (شوری: 38) اور 4- امت مسلمہ (بقره: 128) (آل عمران: 110) وغيره۔ دین حق کے ان چار قرآنی اداروں کی تفصیلات تو ہماری تصنیف کتاب خلافت میں ملاحظہ فرمائیں؛ البتہ ان کی مختصر نوعیت و اہمیت کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں:

## 1- خلیفۃ المسلمین

خلیفۃ المسلمین کے متعلق یہ جاننا بڑا ضروری ہے کہ جیسے منصبی الفاظ سے ظاہر ہے، پوری دنیائے اسلام کا واحد سربراہ۔ قرآن و سنت اس کی تصدیق کرتے ہیں اور قرآن و سنت کی ہی روشنی میں ثقیفہ بن ساعدہ میں امت کے گل ہائے سرسبز نے بحث و مباحثہ کے بعد بالا جماع پوری اسلامی دنیا کیلئے خلیفہ کے واحد ہونے کا فیصلہ کیا۔ صحیح مسلم کی دو احادیث کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

☆ حضرت عرفہؓ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، جو شخص تمہارے پاس آوے اور تم سب ایک شخص پر جتے ہوں، وہ چاہے تم میں پھوٹ ڈالنا اور جدائی کرنا تو اس کو مار ڈالو۔ (کتاب الامارت)

☆ حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب دو خلیفہ سے بیعت کی جاوے تو جس سے اخیر میں بیعت ہوئی، وہ اس کو مار ڈالو۔ (اس لیے کہ اس کی خلافت پہلے خلیفہ کے ہوتے ہوئے باطل ہے)۔

یہ تو ہوئی خلیفہ کی بات، خلافت، نظام خلافت، خلافت راشدہ کی مختصر تعریف یہ ہے کہ ”کرۃ ارض پر بندوں کے ذریعہ سے اللہ کے قانون کی حکومت کا نام خلافت ہے“۔ اللہ کے قانون کے کارفرما ہونے کی اللہ کے نزدیک اتنی اہمیت کہ انسانوں کو زمین پر بھیجتے وقت کرنے کا جو پہلا حکم دیا تو فرمایا:

”ہم نے کہا کہ ”تم سب یہاں سے اتر جاؤ، پھر میری طرف سے جو ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کیلئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا، اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے وہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے“ (بقره: 38-39) یعنی اس رکوع میں جسمیں زمین پر خلیفہ بنانے کا ذکر کیا، کا خلافت کا ذکر بھی کیا۔ سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیے گئے قوانین کے مطابق زندگی گزارنے والوں کو کافر (مائدہ: 44) ظالم (مائدہ: 45) اور فاسق (مائدہ: 47) قرار دیا گیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کے قانون کی حکومت یا دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی کے نفاذ کا ذکر دوسری ہی وحی میں کیا۔ فرمایا:

”اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے اٹھو اور خیر دار کرو۔ اور اپنے رب کی کبریائی کو قائم کرو“ (مدثر: 1-3)

جس اولیت سے اللہ تعالیٰ نے خلیفہ و خلافت کے انعقاد کا ذکر کیا، رسول اللہ ﷺ نے بھی اس اولیت کو اسی سنجیدگی سے لیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف لائے تو دور جاہلیت تھا اور جب دنیا سے تشریف لے گئے تو دور خلافت تھا یعنی درمیان میں دور نبوت، ایک طرف دور جہالت تو دوسری طرف دور خلافت۔ دور نبوت میں کی گئی قربانیوں، جانفشانیوں کا حاصل کیا ظاہر ہے قیام نظام خلافت۔ ملوک نے پہلا کلہاڑا اسی پر چلایا جو اللہ و رسول ﷺ کے نزدیک اولیت کا حامل تھا۔ دین حق سے خلیفہ المسلمین کو چلتا کر کے اپنی خواہشات و مفادات پر مبنی دین ملوک کو رواں دواں کیا۔

## 2- اولوالامر

ہمارے ہاں دو اطاعتوں یعنی اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کا ذکر کیا جاتا ہے لیکن قرآن مجید پتہ دیتا ہے کہ اطاعتیں تین ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری اختیار کردہ اطاعت ادھوری اور ناقص ہے جب تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ اولوالامر کی اطاعت نہیں کی جاتی۔ فرمان رب کائنات ہے:

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور ان لوگوں کی جو تم میں صاحب امر ہوں، پھر اگر تمہارے مابین کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف پھیر دو، اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے“ (نساء: 59)۔

مدتیں گزر گئیں اولوالامر کے بغیر ہے ہم مسلمانوں کا اختیار کردہ دین۔ لہذا ہم بھول ہی گئے کہ یہ اولوالامر ہوتے کون ہیں؟ اولوالامر وہ ہوتے ہیں جو کم از کم درج ذیل تین شرائط پوری

کریں:

1- یہ مسلمانوں میں سے ہوتے ہیں یعنی ان کا مسلمان ہونا ضروری ہے (اولوالامر منکم)۔

2- یہ خود اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت میں ہوں یعنی ان کی اطاعت مشروط ہے۔ جو نبی یہ اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت سے نکل جائیں یہ اپنا حق اطاعت کھو بیٹھتے ہیں۔

3- یہ ہوتے تو اسلامی حکومت کے گورنرز و وزراء، جج صاحبان، اداروں کے سربراہان وغیرہ البتہ خلیفۃ المسلمین کو ان میں مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔

ان کا کام قرآن و سنت کے نظام یعنی نظام خلافت کو قائم رکھنا اور اسے چلانا ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت مشروط سہی لازم قرار دی۔ موقع پر قرآن و سنت کے احکامات کی پیروی کروانا ان کا ہی فرض منصبی ہے۔ نظام خلافت کا ہمارے ہاں ہونا اس لیے ضروری ہے کہ نظام خلافت قائم ہو تو اولوالامر ہوتے ہیں ورنہ نہیں۔ ملوک نے جب سے خلیفۃ المسلمین کو چلتا کیا اس وقت سے ہمارے اختیار کردہ دین میں یہ دوسرا قرآنی ادارہ نہیں۔

### 3- شوری

شوریٰ بھی اہم قرآنی ادارہ ہے۔ قرآن مجید میں آیا:

”جو کچھ بھی تم لوگوں کو دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی چند روزہ زندگی کا سرسومان ہے اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر بھی ہے اور پائیدار بھی۔ وہ ان لوگوں کیلئے ہے جو ایمان لاتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور اگر غصہ آجائے تو درگزر کرتے ہیں۔ جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں اپنے معاملات آپس کے مشورہ سے چلاتے ہیں، ہم نے جو کچھ بھی رزق انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں“ (شوریٰ: 38)۔

ارکان شوریٰ نے خلیفۃ المسلمین کو ان امور کے بارے میں قرآن و سنت سے استنباط کر کے مشورہ دینا ہوتا ہے جن کے متعلق اسے قرآن و سنت سے براہ راست کوئی نص نہ ملے۔ یعنی ان کا کام اجتہاد کرنا ہے بنا بریں شوریٰ ایسے علماء کرام پر مشتمل ہوتی ہے جن کا قرآن و سنت پر بھی پورا عبور ہوتا ہے تو حالات حاضرہ پر بھی تیسرے قرآنی ادارے یعنی شوریٰ کا وجود بھی ہمارے اختیار کردہ دین سے اس وقت سے ناپید ہے جب سے خلیفۃ المسلمین کو چلتا کیا گیا ہے اس لیے کہ ارکان شوریٰ نے خلیفۃ المسلمین کو ہی تو مشورہ دینا ہوتا ہے جو خود موجود نہیں۔

### 4- امت مسلمہ

زیر آسمان اس وقت امت مسلمہ کا وجود نہیں۔ امت مسلمہ اقوام میں بٹ چکی۔ ہمارے ہاں درجنوں مسلم اقوام، مثل شامی قوم، مصری قوم، ایرانی قوم، پاکستانی قوم وغیرہ تو ہیں، نہیں ہے کہیں تو امت مسلمہ۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا پوری اسلامی دنیا کو فرد واحد یعنی خلیفۃ المسلمین کی سرکردگی میں ہونا ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر نظام خلافت یونی کمانڈ (Uni Command) ہے۔ نظام خلافت کا لازمی عنصر مرکزیت ہے جبکہ نظام ملوکیت کی سرشت میں تقسیم در تقسیم ہونا ہے۔ آج امت مسلمہ پر کوئی 58 سربراہان مسلط ہیں۔ کم و بیش اتنی ہی اقوام ہیں آپس میں لڑتی لیکن اغیار کی دست بستہ غلام۔ ہمارے اختیار کردہ دین سے تقریباً اس وقت سے امت مسلمہ کا وجود معدوم ہے جب سے خلیفۃ المسلمین اور بنا بریں مرکزیت ناپید ہے۔ بالفاظ دیگر خلیفۃ المسلمین کا وجود ہو تو امت مسلمہ کا وجود ہوتا ہے ورنہ نہیں۔

یاد رہے امت مسلمہ کی عدم موجودگی سے ایک مدت سے وہ شرعی کام نہیں ہو رہے جو امتی سطح پر ہی کیے جاسکتے ہیں۔ آج فریضہ غلبہ، دین حق، فریضہ شہادت علی الناس، عالمی سطح کا امر بالمعروف و نہی عن المنکر، اجتہاد اور دیگر کام جو اجتماعی طور پر ہی کیے جانے ممکن ہیں، ہم مسلمانوں سے نہیں ہو رہے بنا بریں دین حق کا حق، آج دنیا سے معدوم ہے۔ دین ملوک یا بے دینی کی شکل ہے جسے آج کے ہم مسلمان دین حق سمجھ کر اختیار کیے ہوئے ہیں۔ اسلام کے یہ چاروں اجزائے ربیہ دین حق سے معدوم ہو جاتے ہیں اگر نظام خلافت رواں دواں نہ ہو اور آ موجود ہوتے ہیں جب نظام خلافت قائم و دائم ہو۔ کتنا ضروری ہے دنیا میں نظام خلافت کا قائم ہونا اور رہنا۔

### متبادل انتظامات

دین حق نہ رہا تو دین ملوک آوارہ ہوا، خالی دورانیہ تو نہ رہ سکتا تھا۔ اسی طرح جب مذکورہ چاروں قرآنی ادارے رواں دواں نظم میں نہ رہے اور نظام خلافت کی بحالی کا بھی دور دورا امکان نظر نہ آیا تو متبادل ادارے معرض وجود میں آگئے۔ ان متبادل اداروں کے آنے سے ہی دین حق نے دین ملوک کا روپ دھارا۔ خلیفۃ المسلمین کی جگہ مختلف مسلم ممالک میں بادشاہوں، صدروں، وزراء، اعظم وغیرہ کو بطور متبادل انتظام قبول کر لیا گیا۔ مختلف مسلم ممالک کا ہونا بذات خود ایک غیر اسلامی فعل ہے۔ دنیاے اسلام کی عظیم تر مملکت واحدہ کے یہ صوبے تھے جنہیں بیرونی مداخلت نے اسلامی دنیا کے اُن گنت ممالک بنا دیے۔ پھر خلیفۃ المسلمین کا تو منصب ہی پوری اسلامی دنیا کا واحد سربراہ ہونا ہے موجودہ 58 سربراہان کی گنجائش کہاں؟

پھر ایک اور متوازی انتظام کہ کچھ بزرگ خلیفہ گر کی حیثیت اختیار کر گئے فلاں علاقے کا فلاں خلیفہ تو فلاں شہر کا فلاں خلیفہ خلفاء کی افواج معرض وجود میں آگئیں۔ انہوں نے منصب خلیفہ کو یوں گرایا تو ہمارے ہاں قابض سفید چمڑی والوں کو بھی موقع مل گیا۔ انہوں نے اپنے بال کاٹنے والوں یعنی حجام کو خلیفہ کا لقب دے دیا جو آج تک بعض علاقوں میں مروج ہے۔

اسی طرح اولوالامر کی جگہ بیوروکریسی آدھکی۔ یہ بھی بھول گئے کہ اولوالامر منکم یعنی ان کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ غیر مسلم کو چیف جسٹس بنا دیا گیا۔ ہمارے ہاں کئی غیر مسلم مسند وزارت پر آج بھی براجمان ہیں۔ ارکان پارلیمنٹ میں غیر مسلم ارکان بھی ہیں۔ پارلیمنٹ کو شوریٰ کا متبادل قرار دے دیا گیا حالانکہ شوریٰ جیسے کہ اوپر ذکر ہوا مجتہدین کا گروہ ہوتا ہے اور ان کے لیے محض پڑھا لکھا ہونا ہی ضروری نہیں؛ قرآن و سنت پر عبور اور حالات حاضرہ کا ماہر ہونا بھی ضروری ہے۔ پھر پارلیمنٹ ایک قانون ساز ادارہ ہوتا ہے جبکہ شوریٰ صرف مشاورتی ادارہ۔

امت مسلمہ کی جگہ مسلم اقوام جیسے کہ اوپر ذکر ہوا متبادل کے طور پر ہی معرض وجود میں آئی ہوئی ہیں۔ تقسیم در تقسیم سے وقت کے ساتھ ان کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے اور آپس کی چپقلش بھی۔ یہ سب ادارے ملوکیت کی سوغات ہیں؛ خلافت سے انحراف کر کے وجود پذیر ہوئے ہوئے ہیں۔

## تبلیغ و تدریس بجا لیکن دین حق کی نہ کہ دین ملوک کی

اس وقت ہماری اس دنیا میں دو ادیان رواں دواں ہیں؛ دین کفر اور دین ملوک، تیسرا اور اصل دین یعنی دین اسلام دنیا میں کہیں موجود ہی نہیں۔ ہوگا موجود تو اس وقت جب احیائے دین حق یا نظام خلافت قائم و دائم ہوگا۔ اس وقت تو تبلیغ و تدریس بڑی شدت اور تندہی سے ہو رہی ہے؛ دینی مدرسوں، دارالعلوم، جامعات وغیرہ کی بہتات ہے۔ دینی کتابوں، لائبریریوں کی کمی نہیں۔ دینائے اسلام علماء، خطباء، آئمہ، شیوخ القرآن، شیوخ الحدیث وغیرہ سے اٹی پڑی ہے لیکن مسلمان ہیں دنیا میں ذلت و رسوائی کی اتھاہ گہرائیوں میں لڑھکتے جا رہے؛ آخر کوئی وجہ تو ہے؟ جی ہاں وجہ ہے بھی تو بڑی واضح۔ وجہ یہ ہے کہ تمام حضرات اور دینی ادارے جو بظاہر بڑی جدوجہد کر رہے ہیں دین ملوک یا جیسے کہ اوپر ذکر ہوا بے دینی کی تقویت کا باعث بن رہے ہیں؛ دین حق تو دنیا میں موجود ہی نہیں۔ اصل مسئلہ تبلیغ و تدریس سے پہلے تجدید دین کا ہے۔ ورنہ ہر وہ تقریر، ہر وہ تحریر اور ہر وہ دینی کوشش جو تجدید دین یا احیائے خلافت کے عنصر کے بغیر ہو رہی ہے دین ملوک کی تقویت کا باعث بن رہی ہے اور اس وقت تک بنتی رہے گی جب تک تجدید دین یا قیام خلافت قائم ہو کر مذکورہ چاروں قرآنی ادارے دین میں شامل نہیں ہو جاتے۔ عصر حاضر کے مسلمانوں کی جملہ کوششوں کا ہدف فی الحال تجدید دین ہونا چاہئے نہ کہ تاکید و تائید دین ملوک۔

دین ملوک کو اس وقت بظاہر ہماری کوششوں سے اس قدر تقویت پہنچ چکی ہے کہ بیشتر دینی اقدار 180 درجے برعکس ہو گئی ہیں۔ جب دین حق کا رفرما تھا یا نظام خلافت راشدہ رواں دواں تھا تو عدل، امن، خوشحالی، اتحاد، غلبہ، دین حق کا دور دورہ تھا اور اب جبکہ دین ملوک رائج ہے تو عدل کی بجائے ظلم، امن کی بجائے بد امنی، خوشحالی کی بجائے پسماندگی و درماندگی، اتحاد کی بجائے انتشار، غلبہ کی بجائے مغلوبیت، مسلمانوں کا مقدر ہے۔ دین حق تھا تو اعلیٰ اقدار تھیں؛ آج دین ملوک رائج ہے تو ہم مسلمان دن بدن مصائب و مشکلات میں دھستے جا رہے ہیں۔ دین ملوک یعنی کچھ اسلام اور کچھ غیر اسلام کے ملغوبے کی سرشت ہی میں اس دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں شدید ترین عذاب ہے۔ قرآن مجید میں آیا:

”تو کیا تم کتاب کے کچھ حصوں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ پھر تم میں سے جو لوگ ایسا کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل و خوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیے جائیں؟ اللہ ان حرکات سے بے خبر نہیں ہے جو تم کر رہے ہو“ (بقرہ: 85)۔

یہ نتیجہ ہے دین حق کو تیاگ کر دین ملوک کو تقویت دینے کا۔ جوں جوں ہم دور خلافت راشدہ سے دور ہوتے گئے؛ بتدریج بھٹکتے گئے۔ ملوکیت سے ملوکیتیں، ملوکیتوں سے طوائف الملوکی، طوائف الملوکی سے دور غلامی اور آج ذلت و خواری۔

## علمائے کرام کا کردار (استثنا اپنی جگہ پر)

عظیم مقام ہے امت مسلمہ کا جسے ”عمر امت“ کے عظیم لقب سے نوازا گیا اور کتنا اعلیٰ مقام ہے علماء اسلام کا جنہیں ”رُتباء انبیاء“ کے ارفع مقام پر متمکن کیا گیا۔ لیکن افسوس؛ صد افسوس کہ امت کا وجود تو جیسے اوپر ذکر ہوا دنیا میں ہے ہی نہیں؛ وراثت انبیاء کے حامل علماء، خطباء و آئمہ اسلام دنیا میں شاید تعداد کے حساب سے تاریخ کے اس موڑ پر بہت ہی زیادہ ہیں۔ کیا اللہ میرے ان محترم بھائیوں سے پوچھے گا نہیں کہ تمہارے جیتے جی دین حق کو دین ملوک میں بدلا گیا تو کیوں؟ دینائے اسلام کو 58 کلکوں میں تقسیم کر کے ان پر 58 سربراہان ہی مسلط ہو گئے تو کیوں؟ آسمان نے امت مسلمہ کو زمین پر دے مارا تو آخر کس پاداش میں؟ میدان محشر میں ان سوالات کی نوعیت اسی طرح کی ہوگی جیسے بزبان مقتولہ سوال

ان قاتلوں سے ہوگا جو بچیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ اللہ کے کیے گئے سوالات کا نہ وہ قاتل جواب دے پائیں گے اور نہ ہی اپنے منہی فرض کو بھلا کر مسالک و فرقہ واریت میں اچھے رہنے والے علماء کرام۔

روزِ محشر یہ معاملہ بھی زیرِ سماعت آئے گا کہ منبر و محراب اتنی بڑی طاقت تھی کہ پوری اسلامی دنیا کے خطباء اگر چند مہینے بحالیِ خلافت کے ایک نکاتی ایجنڈا کو عام کرتے تو ”شہابی سے کلیسی دو قدم ہے“ کے مصداق نظامِ خلافت کرہ ارض کا مقدر کبھی کا بن گیا ہوتا۔ نہیں ہوا تو اس لیے کہ منبر و محراب نے یوں جیسے نظامِ خلافت کی ضرورت کا ورق پھاڑ رکھا ہے۔ کیا جواب ہوگا اس بارے میں حاملینِ منبر و محراب کا؟

ان ورثاءِ انبیاء کے جیتے جی قرآن و سنت کو پس پشت ڈالکر انسان ساختہ کتابچے کو آئینِ مملکت بنا لیا گیا بتائیے ذمہ دار کون؟ یہ آئین مغربی طرز کی جمہوریت کو تو معرضِ وجود میں لاسکتا ہے اسلام کو کبھی نہیں۔

علمائے کرام کا تقدس بجا اس لیے کہ ان کا تقدس اصل میں اسلام کا تقدس ہے لیکن اس تقدس کی حفاظت تو ان بھائیوں نے ہی کرنی ہے۔ کبھی انہوں نے غور فرمایا کہ ہم ہر روز کئی کئی بار یہ دعا مانگتے ہیں کہ ”ہمیں سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا جو مغضوب نہیں ہوئے جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں“ قرآن و سنت سے بالکل عیاں کہ مغضوب ہیں تو یہودی اور بھٹکے ہوئے ہیں تو نصاریٰ کون و مکان پریشان کہ ایک طرف ہر روز یہود و نصاریٰ کے راستے سے بچنے کی دعا اور دوسری طرف یہود و نصاریٰ سے دوستی اور دن بدن ہتھیار نصاریٰ میں چھنتے جانا۔ وارثانِ انبیاء کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے جو مسلمانوں کو اس کے برعکس نہ کرنے دے جو وہ کہتے ہیں؟ وقت آئے گا اللہ یقیناً ان سے پوچھے گا کہ ہر روز جو تم پڑھ کر سناتے تھے عمل اس کے خلاف کرتے رہے تو کیوں؟

یہ محترم حضرات ہر روز ان گنت دعاؤں کا اعادہ کرتے ہیں لمبی لمبی دعائیں (دعا عریض) بھی کرتے ہیں لیکن یہ تک سوچنا گوارا نہیں کرتے کہ دعائیں قبول بھی ہوتی ہیں کہ نہیں؟ دور نہیں جانے کی ضرورت خود ملکِ عزیز پاکستان میں یہ دعائیں کرتے رہے لیکن ان کے سامنے ملکِ دلالت ہو گیا۔ ان کے سامنے باطل قوتیں غالب آتی اور مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہاتی رہیں آخر کوئی تو غلطیاں سرزد ہوئی ہیں اور ہوری ہیں جن کا مداوا وارثانِ انبیاء کے علاوہ اور کس نے کرنا ہے؟ باطل طاقتوں سے مانگ کر کھانے والوں اور ان ہی کے گن گانے والوں کی دعائیں قبول ہوں تو کیسے؟

اس کا ذکر کرنا بھی اس مقام پر نہایت ضروری ہے مجھ عاجز کے کانوں تک ایسی آوازیں بھی پڑتی ہیں کہ آہ پچھرا رحمت! باتیں تو اس کی نہیں جھٹلائی جا سکتیں لیکن وہ کسی دارالعلوم کا فارغ التحصیل نہیں ہے۔ اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ کسی دارالعلوم میں داخل ہونے سے بال بال بچ گیا ورنہ ”سبق پھر پڑھ“ ہمارے ماہوار رسالے نے جو ولولہ تازہ دیا ہے نہ دیا جا سکتا۔ بلکہ ظاہر ہے میں علامہ اقبالؒ (جو خود کسی دارالعلوم میں داخل نہ ہوا) کے اس کہے کا مصداق ہوتا کہ ”نہ خود ہیں نہ خدا میں نہ جہاں ہیں“۔

دنیا بھر کے اینٹرو کالم نگار و نکتہ درو عالم و فاضلو پروفیسر و قانون دان و سیاست دان و نوپو پو پادریو پیر و پنڈتو پڑھتو پچاریو تم بھی غور سے سن لو دنیا میں دینِ حق کا نہ ہونا اور دینِ ملوک کا دندانے پھرنا گوارا نہیں۔ دنیائے اسلام کا قرآن و سنت کے مطابق واحد حکمران یعنی خلیفۃ المسلمین کو چلنا کرنا اور 58 سربراہان کا براہمان ہو جانا گوارا نہیں۔ ہمارے ایوانوں اور عدالتوں میں کچھ اسلام اور کچھ غیر اسلام کے ملغوبے کا آدھمکنا گوارا نہیں۔ یہ مغلوبیتِ ارضی خونِ مسلم اور ویرانیِ عصمتِ مسلم گوارا نہیں۔ ان ناگوار یوں کے ہوتے ہوئے ہم آج کے مسلمان گناہگار ہیں سوائے اس کے کہ ہم کوشاں ہوں کہ سازش کے تحت وجود پذیر ہونے والے 58 ممالک کو باہم مدغم کر کے کرہ ارض پر اسلام کی ایک ایسی عظیم تر مملکتِ واحدہ کو معرضِ وجود میں لائیں جو ایک خلیفۃ المسلمین کی سربراہی میں ہو جس کا آئین قرآن و سنت اور نام دارالسلام ہو۔

اور اے اندھیر و اے ظلمت و اے فتنہ خیز و اے غارتگر و تم بھی سن لو بسترے گول کرو تین تیرا ہو جاؤ مشرق و مغرب میں ابھرتی ہوئی کرنیں پتہ دے رہی ہیں اندھیرے چھٹنے والے ہیں۔ روشنیاں بکھرنے والی ہیں۔ کون و مکالم ترس گئے جس نظام کو اس کا احیاء ہونے کو ہے۔ بقول برادرِ بزرگم اقبالؒ:

آسمان	ہو	گا	سحر	کے	نور	سے	آئینہ	پوش
اور	ظلمت	رات	کی	سیماب	پا	ہو	جائے	گی
آنکھ	جو	کچھ	دیکھتی	ہے	لب	آ	سکتا	نہیں
محو	حیرت	ہوں	کہ	دنیا	کیا	سے	کیا	گی